# تذکرہ خلیفہ چہارم

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

# عنوانات ایک نظر میں!


ولادت: ------------------------------------ 4

نام مبارک: ---------------------------------- 4

خاندانی پس منظر: -------------------------------- 5

خاندان: ------------------------------------ 5

ازواج و اولاد: ---------------------------------- 5

دیگر ازواج اور اولاد: -------------------------------- 5

نام و نسب اور القاب: -------------------------------- 6

قبول اسلام: ---------------------------------- 6

مکی زندگی: ----------------------------------- 7

مدینہ طیبہ میں: --------------------------------- 8

غزوہ بدر میں: --------------------------------- 8

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے شادی: ---------------------- 9

غزوہ احزاب میں: ------------------------------- 10

صلح حدیبیہ میں: ------------------------------- 11

غزوہ خیبر میں:---------------------------- 12

خلفاء ثلاثہ سے محبت و معاونت:---------------------- 16

بطور خلیفہ پہلا خطبہ:-------------------------- 16

مدینہ طیبہ کے اندرونی حالات:---------------------- 17

مرکز خلافت کی کوفہ منتقلی:----------------------- 17

خارجیت وسبائیت:-------------------------- 18

اسوہ مرتضوی مشعل راہ ہے:--------------------- 19

فضائل ومناقب احادیث کی روشنی میں:----------------- 19

شہادت باسعادت:--------------------------- 21

بوقتِ شہادت تلاوتِ قرآن:--------------------- 22

نمازِ جنازہ:------------------------------ 22

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اعلان ایمان ہم عمر ہیں۔ یوں کہہ لیں کہ دین اسلام سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا تعلق صدیوں پر محیط ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت مبارکہ کو افراط و تفریط کے ترازو میں بانٹنے کی بجائے اگر اعتدال سے لکھا اور بیان کیا جائے تو دور حاضر میں پروان چڑھتی فرقہ واریت اور تشدد کافی حد تک کنٹرول ہو سکتی ہے، اس نیک جذبے کے پیش نظر آنجناب رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند پھول چنے ہیں۔

## ولادت:

صحیح بخاری کے مشہور شارح علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت مکۃ المکرمہ کی مشہور وادی شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔

## نام مبارک:

صحیح مسلم کے معروف شارح امام نووی قصہ ذی قرد کے تحت لکھتے ہیں کہ جن دنوں آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی آپ کے والد خواجہ ابو طالب اس وقت گھر میں موجود نہیں تھے بلکہ کسی سفر پر تھے آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد نے آپ کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا جب خواجہ ابو طالب واپس آئے تو انہوں نے آپ کا نام "علی" رکھا۔

## خاندانی پس منظر:

مشہور مورخ امام ابن کثیر نے اپنی مشہور زمانہ کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھاہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں، اور بنو ہاشم سرداران مکہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ حرم کعبہ کی خدمات، چاہ زمزم کے انتظامی معاملات، حجاج کی مہمان نوازی، ان کا اعزاز و اکرام اور معاونت کرنا بنو ہاشم کا طغرہ امتیاز تھا۔

## خاندان:

والد: عبد مناف کنیت ابو طالب

والدہ: فاطمہ بنت اسد

برادران: طالب، عقیل اور جعفر طیار

ہمشیر گان: ام ہانی، جمانہ

## ازواج و اولاد:

1: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان سے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زینب الکبریٰ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔

**فائدہ:** حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

نوٹ: بعض روایات میں تیسرے صاحبزادے حضرت محسن رضی اللہ عنہ کا نام بھی ملتا ہے۔

## دیگر ازواج اور اولاد:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ

عنہا کے علاوہ مختلف اوقات میں کئی نکاح فرمائے اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔

1: ام البنین بنت حذام: ان سے عباس، جعفر، عبد اللہ اور عثمان

2: لیلیٰ بنت مسعود: ان سے عبید اللہ اور ابو بکر

3: اسماء بنت عمیس: ان سے محمد اصغر اور یحیٰ

4: صہباء بنت ربیعہ: ان سے عمر اور رقیہ

5: امامہ بنت ابی العاص: ان سے محمد اوسط

6: خولہ بنت جعفر: ان سے محمد بن حنفیہ

7: سعید بنت عروہ: ان سے ام الحسن، رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم

نوٹ: یاد رہے کہ بیک وقت چار سے زائد نکاح نہیں فرمائے۔

## نام ونسب اور القاب:

نام: علی بن ابی طالب۔ کنیت: ابو الحسن، ابو تراب۔ القاب: اسد اللہ، حیدر اور المرتضیٰ۔

## قبول اسلام:

اسلام لانے میں سبقت کرنے کے مسئلہ پر سب سے راجح ترین تحقیق وہ ہے جسے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے: آزاد مردوں میں سیدنا ابو بکر صدیق، خواتین میں ام المومنین زوجہ رسول سیدہ خدیجہ الکبریٰ، غلاموں میں زید بن حارثہ اور نوجوانوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو تربیت میں آپ رضی اللہ

عنہ پروان چڑھتے رہے گلستان نبوت میں کھلے اس گل کی ہر پتی سے بوئے نبوت مہک رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عادات، اخلاق، اقوال وافعال میں نبوی تربیت میں ڈھلے ہوئے تھے۔

## مکی زندگی:

اس میں اہل اسلام کے حالات اس قدر ناموافق، خطرناک اور دشوار گزار تھے کہ آج یہ لفظ ابتلاء، آزمائش اور امتحان کا استعارہ بن چکا ہے مشرکین مکہ دعوت اسلام کے پھیلاؤ سے بری طرح خائف اور پریشان تھے۔

ان حالات کی منظر کشی اور اسباب ہجرت بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں: قریش اپنی مخالفانہ کوششوں کے سلسلے میں آپس میں مشورہ کر رہے تھے بعض کی رائے یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو قید کر دیا جائے جبکہ بعض یہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دیس نکالا دیا جائے اور بعض کا مشورہ یہ بھی تھا کہ سارے قبائل مل کر یکبارگی حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں۔

سیرت حلبیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سازشوں کی اطلاع فرمادی اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفر کے انتظامات کرنے کا حکم دیا اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: آپ میرے بستر پر لیٹ جانا اور کچھ وقت کے لیے مکہ میں ہی ٹھہرنا اور لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچادینا اس کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ جانا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں لکھا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لوگوں کی امانتیں

حوالے کر کے 13 بعثت نبوی ربیع الاول کے وسط میں مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور مقام قباء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

## مدینہ طیبہ میں:

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں ہر لمحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ صحابہ کرام جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس رہنے کے لیے مکان، پہننے کے لیے نئے لباس اور کھانے کے لیے خوراک کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

اس وجہ سے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کا تعلق قائم کرایا۔ تاکہ انصار مدینہ اپنے مہاجر بھائیوں کی ہر ممکن امداد کر سکیں۔ اس موقع پر سیرت نگاروں نے بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ کس مہاجر کی کس انصاری سے مواخات قائم ہوئی؟ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں مناقب علی بن ابی طالب کے تحت لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا "أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ" آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

## غزوہ بدر میں:

2 ہجری 17 رمضان المبارک کو بدر کے مقام پر کفر و اسلام کا پہلا معرکہ لڑا گیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبے کے وعدے شامل حال رہے۔ امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ کفار قریش کی طرف سے عتبہ بن

ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ میدان میں آئے۔ ان کے مقابلے میں پہلے چند انصاری نوجوان آئے۔

کفار نے کہا کہ ہم اپنے مدمقابل قریشیوں سے لڑیں گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ، چچازاد حضرت عبیدہ بن حارث اور اپنے چچازاد حضرت علی بن ابی طالب کو رزمگاہ میں کودنے کو کہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو موت کے گھاٹ اتارا، اس کے بعد آپ نے نضیر بن حارث کو بھی تہ تیغ کیا۔ جبکہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جانبازی سے لڑتے ہوئے شہادت کا جام پی گئے۔ اسلام کے اس عظیم معرکہ میں مہاجرین کا جھنڈا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا۔

جنگ بدر کی غنیمت جب تقسیم ہونے لگی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹنی، ایک اعلیٰ تلوار جسے ذوالفقار کہا جاتا ہے (یہ تلوار پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے پسند فرمائی تھی لیکن بعد میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادی)

## حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے شادی:

2 ہجری غزوۂ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا۔ مسند احمد میں ہے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے،

پھر یہ کام کیسے ہو گا؟ لیکن اس کے بعد ہی دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا خیال آ گیا۔ لہٰذا میں نے حاضر خدمت ہو کر پیغام نکاح دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: تمہارے پاس (مہر میں دینے کے لئے) کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری زرہ کہاں گئی؟ میں نے عرض کی: وہ تو موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو (فروخت کر کے مہر میں) دے دو۔

## غزوہ احزاب میں:

5 ہجری شوال میں غزوہ احزاب جسے غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے، پیش آیا۔ دشمن کی دس ہزار کی فوج خندق کے قریب آ کر رک گئی، اور تعجب سے کہنے لگی: یہ نئی جنگی تدبیر ہے عرب اس سے واقف نہیں۔ اس کے بعد وہ خندق کے ایک تاریک اور تنگ راستے سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے: دشمن کی فوج میں عمرو بن عبدود نامی ایک بہادر سپاہی بھی تھا جس کے بارے مشہور تھا کہ وہ تنہا ایک ہزار شہسواروں سے لڑ سکتا ہے، اس نے اہل اسلام کو لڑنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: من یبارز؟ کوئی ہے تم میں جو مجھ سے لڑنے کی ہمت رکھتا ہو؟ اس کے مقابلے میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے عمرو! کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر کسی قریشی نے مجھے دو چیزوں کی دعوت دی تو میں ایک کو ضرور قبول کروں گا؟

اس نے کہا کہ ایسے ہی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ، اس کے

رسول اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے حقارت آمیز لہجے سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: پھر میں تمہیں مقابلہ آرائی کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے متکبرانہ لہجے میں کہا: بچے! میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے دشمن دین کی رعونت کو خاک تلے روندتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ عمرو غصے سے لال پیلا ہوا، گھوڑے سے نیچے اترا، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور تلوار سونت لی، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقابلے میں سینہ تان کر کھڑے ہوئے اور تلوار کو سونت لیا۔

تلواروں کی جھنکار سے رزم گاہ گونج اٹھی، دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کی ہیبت اترنا شروع ہوئی اور اہل اسلام کے قلوب میں نصرت خداوندی کی امید؛ یقین کا روپ دھارنے لگی۔

کچھ ہی لمحوں میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عمرو جیسے دیو ہیکل انسان کو خاک وخون میں ڈھیر کر دیا۔

## صلح حدیبیہ میں:

6 ہجری ذوالقعدہ میں صلح حدیبیہ کا اہم واقعہ پیش آیا، (صحیح مسلم میں باب صلح الحدیبیہ کے تحت اس کی تفصیل موجود ہے) کفار کا معاندانہ رویہ اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا، مسلمانوں کا حرم کی حدود میں داخلہ بند کر دیا گیا، قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا ارادہ صلح کرنے کا ہے اس لیے "سہیل" کو بھیجا ہے۔ سہیل نے کہا کہ ہمارے درمیان معاہدہ تحریری طور پر آجائے، اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا کہ لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سہیل نے کہا کہ رحمٰن کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ (عربوں کے دستور کے مطابق) باسمك اللهم لکھا جائے آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ علی! یہی لکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا: یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔

اس پر سہیل نے کہا یہی تو جھگڑا ہے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ آنے سے کیوں روکتے؟ اور جنگ کیوں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ تم جھٹلاتے رہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

سہیل نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! پہلا لکھا ہوا مٹا دو۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ محبت کی دونوں رمزوں سے آشنا تھے کہ کبھی محبت کا تقاضا الامر فوق الادب ہے کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے اور کبھی محبت کا تقاضا الادب فوق الامر ہوتا ہے یعنی حکم کے باوجود ادب کی انتہاء کو فوقیت دی جائے۔

اس لیے نے نہایت مودبانہ لہجے میں عرض کی: بھلا میں کیسے مٹا سکتا ہوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں رسول اللہ لکھا ہے میں خود مٹا دیتا ہوں۔

## غزوہ خیبر میں:

7 ہجری محرم کے آخر میں یہ معرکہ شروع ہوا، مدینہ کے شمال مغرب میں خیبر نامی ایک یہودیوں کی ایک کالونی آباد تھی، یہ نہایت زرخیز مقام تھا یہاں

پر یہودیوں نے چند قلعے بنا رکھے تھے۔ یہود دیگر قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک عرصے سے جنگی اسلحہ جمع کر رکھا تھا۔

قبیلہ بنو غطفان اور قبیلہ بنو اسد کو نصف کھجوروں کے باغات کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیاریوں اور اسلحہ جمع کرنے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو حاکم مدینہ مقرر فرمایا اور خود 1400 افراد پر مشتمل صحابہ کرام کے قافلے کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

ادھر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے کسی طریقے سے یہودیوں کو خفیہ طور پر مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع دے دی۔ پہلے تو یہود نے کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ کیا اور ایک میدان میں نکل آئے ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کچھ دن لگ جائیں گے، چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ رجیع میں فوجیں اتاریں، خیمے، مستورات اور بار برداری کا سامان یہاں اتار دیا گیا جبکہ اصل لشکر نے خیبر کا رخ کیا۔

مقام صہباء پر پہنچ کر نمازِ عصر ادا کی گئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ستو نوش کیے۔ رات ہوتے ہوتے لشکر خیبر کے قریب پہنچ گیا تھا اور عمارتیں نظر آنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنے کا حکم دیا اور یہاں رک کر دعا فرمائی۔

دوسرے دن خیبر پہنچ گئے۔ یہود ایسی بزدل قوم تھی جب انہوں نے اہل اسلام کی جنگی تیاریاں دیکھیں تو کھلے میدان کے بجائے قلعہ بند ہو کر لڑنے

لگے۔ خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک حصے میں پانچ قلعے تھے۔

1: قلعہ ناعم

2: قلعہ صعب بن معاذ

3: قلعہ زبیر

4: قلعہ اُبی

5: قلعہ نزار

ان میں سے مشہور تین قلعوں پر مشتمل علاقہ نطاۃ کہلاتا تھا اور بقیہ دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شق کے نام سے مشہور تھا۔ خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ "کتیبہ" کہلاتا تھا۔ اس میں صرف تین قلعے تھے:

1: قلعہ قموص (یہ بنو نضیر کے خاندان ابوالحقیق کا قلعہ تھا)

2: قلعہ وطیح

3: قلعہ سلالم۔

یہودیوں نے اپنی خواتین اور بچے قلعہ قموص اور نطاۃ میں جبکہ دیگر سامان و اسلحہ وغیرہ قلعہ ناعم میں محفوظ کر لیا اور ہر قلعے پر تیر انداز تعینات کر دیے۔ مسلمانوں نے پانچ قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کیا جس میں 50 مجاہدین زخمی اور ایک شہید ہوئے۔ قلعہ قموص سب سے بنیادی اور بڑا قلعہ تھا جو ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا لیکن یہ فتح نہ ہوا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل میں اسے جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول

بھی اس سے محبت کرتے ہیں، وہ شکست کھانے والا اور بھاگنے والا نہیں ہے، خدا اس کے ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا۔" یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہش کرنے لگے کہ کاش یہ سعادت انہیں نصیب ہو۔

دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ انہیں آنکھ کی تکلیف ہے اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ مبارک ان کی آنکھ پر لگایا آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی۔

دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے تو یہودیوں کے مشہور پہلوان مرحب کا بھائی حارث مسلمانوں پر حملہ آور ہوا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ہی وار میں قتل کر دیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ اس کے بعد مرحب رجز (جنگی اشعار) پڑھتا ہوا میدان میں اترا، اس نے زرہ اور خَود پہنا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں رجز پڑھا اور مرحب کے سر پر اتنے زور سے تلوار کا وار کیا جس سے خَود دو ٹکڑے ہو گئی اور مرحب دو دھڑوں میں کٹ گیا۔

اس کی ہلاکت کے بعد باقی یہودی خوفزدہ ہو کر قلعہ میں جا گھسے۔ حضرت علی عنہ نے قلعہ کا دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پورا زور سے اکھاڑ لیا۔ اس کے بعد آپ نے اس دروازے کو قلعہ قموص کے آگے والے گڑھے پر رکھا تاکہ اسلامی فوج گھوڑوں سمیت قلعہ میں داخل ہو سکے، اسلامی فوج داخل ہوئی، یہودی سہم گئے انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور قلعہ قموص بھی فتح ہو گیا۔

## خلفاء ثلاثہ سے محبت و معاونت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارکہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے سے پیشرو خلفاء ثلاثہ (سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کے ساتھ برادرانہ برتاؤ اور مذہبی و سیاسی امور میں محبت و معاونت کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو اہل اسلام کے لیے مشعل راہ ہیں۔

نوٹ: یہ باب اپنے اندر بے پناہ وسعت رکھتا ہے۔ منصف مزاج مورخین اور محققین اسلام نے اس پر بہت کچھ لکھ دیا ہے۔

## بطور خلیفہ پہلا خطبہ:

35 ہجری 24 ذوالحجہ جمعہ کے دن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بطور خلیفہ جو سب سے پہلا خطبہ دیا، وہ یہ تھا:

بعد حمد و صلوٰۃ! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہدایت دینے والا بنا کر بھیجا ہے جو خیر اور شر کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے، اس لیے خیر کو لے لیجیے اور شر کو چھوڑ دیجیے، اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چیزوں کو حرمت کا درجہ دیا ہے، ان میں سے سب سے زیادہ حرمت مسلمان کی ہے، اللہ تعالیٰ نے توحید و اخلاص کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق کو مضبوطی سے باہمی ربط دیا ہے، مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں، مگر دین اور احکام شریعت ہی کا یہ تقاضا ہو کہ مسلمان کا احتساب کیا جائے اور اس پر قانون شریعت جاری کیا جائے۔

کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں مگر یہ کہ

ایسا کرنا واجب ہو چکا ہو، عوام و خواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں جلدی کیجیے، لوگ آپ کے سامنے ہیں اور قیامت پیچھے ہے جو آگے بڑھ رہی ہے، اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھیے کہ منزل تک پہنچ سکیں، آخرت کی زندگی لوگوں کی انتظار میں ہے، خدا کے بندوں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتے رہو، جانوروں اور زمین کے بارے میں بھی قیامت کے دن آپ سے سوال ہو گا۔ اللہ کی اطاعت کیجیے، اس کی نافرمانی سے بچیے اگر خیر کا کام دیکھیں تو اس کو شروع کر دیں اور شر کو دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں۔ (اس کے بعد سورۃ الانفال کی آیت نمبر 26 تلاوت فرمائی) جس میں مسلمانوں کو اپنی سابقہ حالت اور موجودہ حالات کا موازنہ اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

## مدینہ طیبہ کے اندرونی حالات:

اس وقت مدینہ طیبہ کے حالات بہت نازک موڑ پر تھے، خون مسلم اور اس کے وجود کی بے وقعتی انتہاء کو پہنچ چکی تھی، خلیفۃ الرسول حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ روضہ نبوی کے پہلو میں مظلوماً شہید کر دیے گئے، قاتلین عثمان کی بے رحمی، وحشیانہ پن اور یلغار پورے زوروں پر تھی۔ حالات انتہائی ناساز گار، پیچیدہ اور بہت دشوار تھے، ایسے حالات میں حرمت مسلم پر نازک اور حساس عنوان پر بطور خلیفہ خطبہ دینا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جیسے جری اور شجاع انسان کا ہی کام ہے۔

## مرکز خلافت کی کوفہ منتقلی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حکمت و تدبر اور شجاعت و عزیمت

کے حسین امتزاج کے ساتھ چلاتے رہے، جب مدینہ طیبہ میں سیاسی و عسکری، انتظامی و تربیتی نظام کا چلانا بہت مشکل ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مرکز خلافت کوفہ منتقل کر دیا تاکہ مدینہ طیبہ کی حرمت اور تقدس کو پامال کرنے والوں کو اس کا موقع ہی نہ ملے۔ مزید یہ کہ جغرافیائی طور پر انتظامی و ثقافتی مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ مرکز خلافت کوفہ کو بنایا جائے کیونکہ کوفہ ایسی جگہ پر تھا جو عرب، فارس، یمن، ہند، عراق اور شام کے لوگوں کی باہمی تجارتی گزرگاہ تھی، مزید یہ جگہ علم و ادب، زبان و بیان، داستان و تاریخ نویسی، شعر و سخن اور علم انساب کے حوالے سے بھی مرکزیت رکھتی تھی۔

## خارجیت وسبائیت:

اسی زمانے میں فتنہ خوارج کا ظہور ہوا جس کے مزاج میں غلو، تشدد اور نفرت بھری ہوئی تھی، اسی فرقہ نے بغض علی کی بنیاد پر لا حکم الا اللہ کا نعرہ بلند کیا، یعنی حکم صرف اللہ کا چلے گا، اس پر آپ کرم اللہ وجہہ نے نہایت حکیمانہ فراست اور ایمان بصیرت کے ساتھ فرمایا: ھذہ کلمۃ حق یراد بھا الباطل۔ درست بات کہہ کر مطلب غلط بیان کیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد سبائی فرقہ جس کا بانی عبداللہ بن سباء تھا جو کہ اصلا یہودی تھا، اس کا نظریہ رجعت کے نام سے مشہور ہوا جو چند معتقدات پر مشتمل ہے، جس کا ایک جزو یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق یہ ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں نجات دہندہ پیدا ہوگا، دوسرا جزو عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق یہ ہے کہ حضرت مسیح ظاہر ہوں، تیسرا جزو ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کے جسم میں ظہور و حلول کرتا ہے اور اس کی شکل میں نمودار ہوتا

ہے، چوتھا جزو اہل فارس کے عقیدہ کے مطابق یہ ہے کہ سلاطین وامراء کی اولاد تقدیس کی مستحق ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر وہ اور اس کے ماننے والے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بارے انتہائی غلو کا شکار ہوئے، پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو نبی مانا، پھر الوہیت پر فائز ماننا شروع کیا اور اس کی دعوت دینا بھی، تب آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا اور عبد اللہ بن سباء کو جلا وطن کر کے "ساباط المدائن" بھیج دیا، جب آپ کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی خبر پھیلی تو اس نے کہا علی کو قتل کیا ہی نہیں جا سکتا، وہ حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر گئے ہیں اور دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ مرنے سے پہلے سارے عالم پر ان کی حکومت ہو گی۔

## اسوہ مرتضوی مشعل راہ ہے:

دشمن اسلام خواہ کسی بھی روپ میں ہو (کافر، مشرک، بت پرست، یہودی، عیسائی، خوارج، سبائی) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کرم اللہ وجہہ اپنی حکمت و بصیرت اور معاملہ فہمی اور دانائی کی ایسی مثالیں چھوڑ گئے کہ اگر امت مرحومہ کو کبھی باہمی انتشار کا سامنا کرنا پڑ جائے تو وہ کیا کرے؟ جمل و صفین کے حالات میں آپ کرم اللہ وجہہ کے بصیرت افروز فیصلے؛ اہل اسلام کے آپسی معاملات کے حل اور باہمی اعزاز و تکریم میں امت کی رہنمائی کے لیے کافی وافی ہیں۔

## فضائل ومناقب احادیث کی روشنی میں:

1: امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت حبہ عرنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی

ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

2: امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کروں۔

3: امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ "آپ فرما دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

4: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں یہ حدیث نقل کی ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں دوست ہوں اُس کا علی بھی دوست ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے ہاں مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

5: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع ترمذی میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے

ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔

## شہادت باسعادت:

امام ابن کثیر نے البدایہ میں لکھا ہے کہ تین خارجی عبدالرحمان ابن ملجم الکندی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی نے حرم کعبہ میں بالترتیب حضرت علی، امیر معاویہ اور عمرو بن عاص کے قتل کا منصوبہ بنایا اور سترہ 17 رمضان 40 ہجری کی تاریخ متعین کی۔ مقرر کردہ تاریخ کے مطابق ابن ملجم کوفہ آیا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے راستے پر بیٹھ گیا، آپ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے اور لوگ بھی نماز کے لیے نکل کر آرہے تھے اسی دوران اس بدبخت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک کے اگلے حصے پر وار کیا، خون کی ایک دھار داڑھی مبارک تک آ پہنچی اس بدبخت انسان نے وار کرتے وقت یہ نعرہ بھی لگایا: لا حکم الا اللہ لیس لك ولا صحابك یا علی۔

ترجمہ: علی! حکومت صرف اللہ کی ہے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آواز دی کہ اس کو پکڑو، ابن ملجم کو دھر لیا گیا، جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو گھر لایا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اسی وار کی وجہ سے قتل ہو جاؤں تو بدلے میں اسے بھی قتل کر دینا اور اگر میں زندہ بچ گیا تو مجھے معلوم ہے کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے اور اس کا مُثلہ (ناک، کان، ہونٹ وغیرہ اعضاء کو کاٹنا) نہ کرنا۔ بالآخر حملے کے کاری وار سے آپ جاں بر نہ ہو سکے اور 21 رمضان کو شہادت کا جام نوش کر گئے۔

## بوقتِ شہادت تلاوتِ قرآن:

آپ نے کل چار سال نو ماہ تک خلافت کے امور سر انجام دیے، امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آخری وقت اپنے صاحبزادوں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو خوف خدا اور حسن عمل کی وصیت کی اور سورۃ الزلزال کی آخری دو آیات کریمہ تلاوت فرمائیں:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

## نمازِ جنازہ:

آپ کرم اللہ وجہہ کی نماز جنازہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، کوفہ ہی میں دارالامارۃ میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام